دینی مدارس...... ماضی' حال اور مستقبل

ڈاکٹر سید محبوب احمد

گذشتہ چند سالوں سے دینی مدارس شدید تنقید کی زد میں ہیں' اپنوں اور غیروں کی طنزیہ توپوں کا رخ اسی جانب ہے' ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وطن عزیز اور دنیا بھر میں ہر مسئلہ کی ذمہ دار یہ دینی مدارس ہیں اور اگر یہ دینی مدارس نہ ہوتے تو ملک کو کوئی بڑا مسئلہ درپیش نہ ہوتا' اگر دینی مدارس کا وجود نہ ہوتا تو ملک میں مہنگائی' بیروزگاری' بدامنی' رشوت' اقرباء پروری' ٹیکس چوری' جاگیردارانہ وسرمایہ دارانہ نظام نہ ہوتا' میں نے گذشتہ چند سالوں سے اخبارات وجرائد میں اس موضوع پر شائع ہونے والے بیشتر مضامین کا بغور مطالعہ کیا ہے اور مختلف ٹیلیویژن چینلز پر اس سلسلے میں ہونے والے مباحث کو سنتا رہا ہوں' یورپ' امریکا' انڈیا اور اسرائیل کے درجنوں تھنک ٹینکس کی رپورٹ کا مطالعہ بھی کر چکا ہوں' مجھے پاکستانی دانشوروں جنہیں نیم دانشور کہنا زیادہ مناسب ہوگا اور امریکی' مغربی' امریکی و بھارتی تھنک ٹینکس' ان کے سیاستدانوں اور ان کی انٹیلی جینس کی رپورٹوں میں گہری مماثلت نظر آتی ہے۔

تنقید اگر مثبت' تعمیری اور صحت مند ہو تو اس کا خیر مقدم کرنا چاہیے' ایسی تنقید جو خیر خواہی' بہتری اور اصلاح کی خاطر ہو' وہ فکر کے نئے دروازوں کو وا کرتی ہے' تحقیق اور اصلاح کی راہ ہموار کرتی ہے' جمود کو توڑتی ہے' لیکن اس طرح کی تنقید کے لیے ضروری ہے کہ تنقید کرنے والا ہر طرح کے تعصبات سے پاک اور جس طبقے پر وہ تنقید کر رہا ہے اس کے مثبت اور منفی پہلوؤں اور کردار سے واقف ہو اور اس طبقے سے اس کا رابطہ بھی ہو۔

یہ بات نہایت افسوس سے کہی جاسکتی ہے کہ دینی مدارس پر تنقید کرنے والے بیشتر افراد ایسے ہیں جنہوں نے نہ کبھی دینی مدارس کو دیکھا' نہ ان کا مشاہدہ کیا' نہ ان کے طلبہ اور اساتذہ سے ملے' نہ ان سے تبادلہ خیال کیا۔

جو نہ دینی مدارس کی تاریخ سے' ان کے اسلاف سے' ان کے کردار سے' ان کی خدمات سے واقف ہیں' نہ وہ دینی مدارس کے نصاب اور طریقہ تعلیم وامتحانات سے واقفیت رکھتے ہیں' ایسے افراد کی کل معلومات کا ذریعہ مغربی ذرائع ابلاغ اور تھنک ٹینکس کی جاری کردہ رپورٹس ہیں جو یہودی لابی کے زیر اثر مخصوص مقاصد کے لیے انتہائی جانبدارانہ متعصبانہ اور یک طرفہ رپورٹس جاری کرتے ہیں اور اسے تحقیق کا نام دے دیا جاتا ہے' ہمارے ہاں کے کچھ تنقید نگار ایسے بھی ہیں جنہیں کچھ دینی معلومات حاصل ہیں' لیکن ان کی تحریریں اتنی سطحی اور علمی وصحافتی دیانت کے خلاف ہوتیں ہیں'

انہیں پڑھ کر سوائے افسوس کے اور کچھ نہیں کیا جا سکتا' لیکن ان اخبارات پر تعجب ضرور ہوتا ہے جو انہیں شائع کرتے ہیں اور اس طرح کی نام نہاد رپورٹوں کو اور کالموں کو نمایاں جگہ دیتے ہیں۔

علمی و صحافتی دیانت کا تقاضہ یہ ہے کہ تنقید غیر جانبدار ہو' قارئین یا ناظرین کے ذہن میں کوئی خاص نقطۂ نظر تھوپ دینے کے لیے نہ ہو۔ ایک معروف قومی اخبار کے ایک مڈل پاس صحافی کا پسندیدہ موضوع ہی علماء کرام' دینی جماعتوں اور مدارس پر تنقید ہے' موصوف نے ہر دور میں مختلف حکومتوں سے مراعات حاصل کیں اور اپنی اولاد کو میرٹ کا گلا گھونٹتے ہوئے اعلیٰ مناصب پر فائز کرایا اور پھر جب ان کے محسنوں پر کڑا وقت آیا تو انہیں چھوڑ کر فوائد کے حصول کے لیے کسی اور سے جا ملے۔ اس طرح کے لوگ دینی مدارس پر انگلیاں اٹھا رہے ہیں' جن کا اپنا کردار انتہائی مشکوک اور بے وفائی اور بے مروتی سے بھرا ہوا ہے۔ کیا ایسے لوگ اس بات کے اہل ہیں کہ وہ ان دینی مدارس کے کردار پر انگلیاں اٹھائیں جن کی تاریخ قربانیوں سے بھری ہوئی ہے۔ ہم ان سطور میں دینی مدارس پر کی جانے والی تنقید اور ان پر لگائے جانے والے الزامات کا جواب دیں گے۔

ان اداروں پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ صدیوں پرانا نصاب بچوں کو پڑھا رہے ہیں' یہ عصری تقاضوں سے بے بہرہ ہیں۔ اس معاملے میں عرض یہ ہے کہ جہاں تک عصری تقاضوں سے بے بہرہ ہونے کے الزام کا تعلق ہے تو اس وقت پوری امت مسلمہ کی ایک جیسی حالت ہے۔ دنیا کی 500 بہترین یونی ورسٹیوں میں مسلم ممالک کی صرف دو یونی ورسٹیاں ہیں اور وہ بھی ترکی کی۔ خود ہمارے ملک میں بیشتر جامعات بین الاقوامی معیار کے مطابق نہیں' ہزاروں اسکولوں میں اساتذہ کی کمی ہے' تربیت یافتہ اساتذہ کی تو شدید قلت ہے' ہزاروں اسکول لائبریریوں اور لیبارٹیوں سے محروم ہیں اور ہزاروں اسکول ایسے ہیں جن کا وجود صرف فائلوں میں ہے' جنہیں بھوت اسکول (Ghost School) کہا جاتا ہے' کیا اس کی ذمہ داری بھی دینی مدارس پر عائد ہوتی ہے......؟

خود ہمارے اسکولوں میں جو نصاب رائج ہے وہ جدید تقاضوں کو پورا نہیں کرتا' پاکستان دنیا کے ان ممالک میں شامل ہے جو تعلیمی لحاظ سے پسماندہ اور تعلیم پر اپنے قومی آمدنی کا 2 فیصد سے بھی کم خرچ کرنے والے ہیں۔ اس صورتِ حال کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے......؟ خود پاکستان کے ایک وفاقی وزیر نے ٹی وی کے ایک پروگرام میں قرآن کے چالیس سپارے بتائے' بعد میں اسے زبان کی لغزش قرار دیا' عرض ہے کہ اگر دینی مدارس کے علماء نے سائنس کا مطالعہ نہیں کیا تو کیا ہمارے معزز وزراء' صدر اور وزیر اعظم نے قرآن کا مطالعہ کیا ہے......؟ اس لیے بہتر یہ ہے کہ وہ علمائے کرام کو سائنس اور جدید علوم کے مطالعہ کا مشورہ دینے سے قبل خود قرآن' حدیث اور سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کر لیں تو اسلام کا فہم ہونے کی وجہ سے وہ شاید بہتر فیصلے کر سکیں۔

رہا دینی مدارس کے پرانے نصاب کا تعلق تو قرآن و حدیث تو پرانے ہی رہیں گے' البتہ قرآن و حدیث کی روشنی میں دنیا کو نئے پیش آنے والے حالات اور مسائل کا حل دریافت کرنے کے لیے جدید دنیا سے واقفیت ضروری ہے اور علماء کرام کو اس ضرورت کا احساس ہے آج ''جامعۃ الرشید'' میں علوم دینیہ کے علاوہ بہترین اساتذہ کی زیر نگرانی

انگریزی زبان‘ صحافت‘ قانون اور کاروبار کے کورسز کا آغاز ہو چکا ہے اور ان ’’کورسز‘‘ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ معیار کے اعتبار سے پاکستان کے کسی بھی ادارے سے کم نہیں‘ جب کہ پاکستان میں گنے چنے اشرفیائی اداروں کی فیسیں اتنی زیادہ ہیں کہ عام آدمی کے بچے تو ان کے دروازے کے قریب سے بھی نہیں گزر سکتے‘ جامعۃ الرشید کی طرح جامعہ دارالعلوم‘ جامعہ اشرفیہ اور دیگر مدارس میں بھی عصری علوم کی بقدر ضرورت تدریس کا آغاز ہو گیا ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ یہ دینی مدارس مخیر حضرات کی جانب سے تعاون کی بدولت خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ امت مسلمہ میں اعلیٰ درجے کے سائنسدان‘ محقق‘ موجد‘ معیشت دان اس وقت پیدا ہوں گے جب پوری قوم کی ترجیح تعلیم‘ سائنس اور ٹیکنالوجی کا حصول ہوگی۔ اس وقت قوم کا صاحب ثروت اور بااثر طبقہ جو وسائل پر قابض ہے وہ اپنی ساری دولت پرتعیش قیمتی اشیاء پر صرف کر رہا ہے‘ ان کی ترجیح بڑے بڑے گھر‘ بڑی بڑی گاڑیاں خریدنا‘ بڑی بڑی شکارگاہیں بنانا‘ اعلیٰ سے اعلیٰ پوشاک پہننا ہے‘ ان کی زندگی کا محور ان کی اپنی ذات اور ان کا اپنا خاندان ہے‘ وہ قوم کے درد سے آشنا نہیں ہیں‘ انہیں قوم کی کوئی فکر نہیں اور نہ ہی وہ امت کے تصور سے آشنا ہیں۔

پاکستان میں تمام سیاسی تنظیموں اور ان کی ذیلی طلبہ تنظیموں کے پاس اسلحہ موجود ہے اور آئے دن اس اسلحہ کی نمائش کا سلسلہ جاری رہتا ہے‘ اس لیے اس ملک کو غیر قانونی اسلحہ سے پاک کرنے کے لیے ایک جامع منصوبہ بندی اور قومی اتفاق رائے کی ضرورت ہے اور اس کے لیے تمام دینی‘ سیاسی اور سماجی تنظیموں کو متفقہ لائحہ عمل اختیار کرنا ہوگا اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کو بھی اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہوگا‘ اس سلسلے میں یہ بھی ضروری ہے کہ ارباب اقتدار آزادانہ خارجہ پالیسی اختیار کریں اور پرائی جنگ اس ملک میں نہ لڑیں اور قانون کی حکمرانی کو یقینی بنائیں۔

دینی مدارس پر ایک الزام یہ بھی لگایا جاتا ہے کہ وہ تنگ نظر‘ متعصب اور غیر روادار معاشرہ تخلیق کر رہے ہیں‘ یہ بھی الزام حقیقت پر مبنی نہیں اس لیے کہ پاکستان میں برسر اقتدار طبقہ خواہ کوئی بھی ہو اس نے ہمیشہ آزادی صحافت پر حملہ کیا‘ اختلاف رائے کو برداشت نہیں کیا‘ لوگوں پر جھوٹے مقدمے قائم کر کے انہیں جیلوں میں ٹھونسا‘ عدلیہ پر حملے کیے گئے‘ ججوں کو برطرف کیا گیا‘ وکلاء پر لاٹھی چارج کیا گیا‘ ماورائے عدالت قتل ہوئے‘ قومی لیڈروں کو جلاوطن کر دیا گیا‘ لسانی تعصب کو فروغ دیا گیا‘ لسانی فسادات کروائے گئے‘ فرقہ وارانہ تنظیمیں تشکیل دے کر ان کی سرپرستی کی گئی۔ لہٰذا معاشرے میں رواداری‘ تحمل اور برداشت کے قیام کی ذمہ داری تنہا دینی مدارس پر عائد نہیں ہوتی‘ اس کی ذمہ داری سب سے زیادہ برسر اقتدار‘ بااثر اور باوسائل طبقے پر عائد ہوتی ہے‘ جس ملک میں اسکولوں میں وڈیرے بھینسیں باندھیں...... وہاں دینی مدارس پر یہ الزام لگانا کسی طرح بھی درست نہیں ہے‘ علماء کرام کی رواداری کی چند مثالیں یہاں درج کر رہا ہوں۔

مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ غیر منقسم ہندوستان میں ٹرین میں سفر کر رہے تھے‘ ایک ہندو پروفیسر ان کے ہمراہ ٹرین میں تھے‘ ہندو پروفیسر رفع حاجت کے لیے ٹرین کے بیت الخلاء میں گئے‘ لیکن فوراً منہ پر رومال رکھ کر واپس آگئے اور کہنے لگے کہ بیت الخلاء انتہائی گندہ ہے‘ اس کے بعد مولانا حسین احمد مدنی اٹھ کر بیت الخلاء گئے اور کچھ دیر کے بعد واپس آئے تو کہنے لگے کہ پروفیسر صاحب! بیت الخلاء تو بالکل صاف ہے‘ ہندو پروفیسر نے حیرت سے مولانا کی

طرف دیکھا اور بیت الخلاء گیا تو اس کی حیرت کی انتہاء نہ رہی' بیت الخلاء واقعی صاف تھا۔ اس کے دل میں مولانا کی عظمت نقش ہوگئی اور مولانا کی وسیع القلبی کا ذکر اس نے متعدد جگہوں پر کیا۔

امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا معمول یہ تھا کہ دسترخوان پر اکیلے کھانا نہیں کھاتے تھے' کوئی نہ کوئی مہمان ان کے ہمراہ ضرور ہوتا تھا' ایک دن ان کے دسترخوان پر کوئی مہمان نہ تھا' وہ اٹھے اور باہر جھاڑو دینے والے ایک نچلی ذات کے ہندو کو ہاتھ پکڑ کر لے آئے' اس کے ہاتھ دھلائے اور اپنے دسترخوان پر کھانا کھلایا' ہندو خاکروب نے منہ میں بمشکل چند نوالے ڈالے اور امیر شریعت سے پوچھا کہ مجھے تو میری برادری والے بھی چھوت' کمی اور حقیر سمجھ کر اپنے قریب نہیں آنے دیتے' اپنے برتنوں میں کھانے اور پینے نہیں دیتے' آپ تو مسلمان ہیں' سید ہیں' آل رسول ہیں؟ امیر شریعت نے نہایت دانش مندانہ انداز میں اسلام کی تعلیمات اس پر واضح کیں' اسے بتایا کہ اسلام میں چھوٹی بڑی ذات کا کوئی تصور نہیں' اللہ کے نزدیک سب انسان برابر ہیں۔ یہاں بڑائی کا معیار صرف تقویٰ ہے' خوف خدا پر مبنی علم ہے' اخلاق ہے' کردار ہے۔ ہندو خاکروب وہاں سے اٹھا تو اسلامی تعلیمات اس کے دل پر نقش ہو چکی تھی۔

مولانا یحییٰ علی ہندوستان کے مشہور و معروف علم دین تھے' ایک مرتبہ ان کے گاؤں میں ایک قطعہ زمین پر مسجد تعمیر کرنے کے مسئلہ پر ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان تنازع کھڑا ہوگیا' قریب تھا کہ دونوں جانب سے تلواریں چلنا شروع ہو جاتیں کہ ہندوؤں میں سے کچھ سنجیدہ بزرگوں نے فیصلہ کیا کہ تنازع کے حل کے لیے مولانا یحییٰ علی کے پاس چلتے ہیں' دونوں جانب سے فریقین نے مولانا کی فہم و فراست' تقویٰ اور سوجھ بوجھ پر اعتماد کا اظہار کیا۔ مولانا نے دونوں جانب سے فریقین کے دلائل سننے کے بعد فیصلہ دیا کہ زمین ہندوؤں کی ملک ہے' اس پر مسجد کی تعمیر نہیں ہوسکتی' چنانچہ مسجد کے لیے جو چار دیواری تعمیر کی گئی تھی وہ مسمار کر کے زمین ہندوؤں کے حوالے کر دی گئی۔ مسلمان اس فیصلے پر ناراض بھی ہوئے کہ مولانا! آپ نے مسجد کی تعمیر رکوادی۔ مولانا نے جواب دیا کہ میں نے مسجد کی تعمیر تو رکوادی ہے' لیکن اسلام کی عظمت ان کے دلوں میں بٹھادی ہے' چند دنوں کے بعد پورے کا پورا گاؤں اپنے ہندو سرداروں سمیت مسلمان ہوگیا۔ کیا رواداری' تحمل' برداشت اور انصاف پسندی کی ایسی مثال کہیں اور بھی مل سکتی ہے۔ معروف کرکٹر ''یوسف یوحنا'' کا اسلام قبول کرنا اور اسلامی تعلیمات پر پوری طرح عملدرآمد کرنا کس طرح ممکن ہوا......؟ یہ اہل دین کی محبتوں' محنتوں اور دعاؤں کا ثمرہ ہے' ایسی بے شمار مثالیں دی جا سکتی ہیں' لیکن طوالت کے خوف سے صرف چند پر اکتفاء کر رہا ہوں۔

اگر ماضی بعید میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن' مولانا اشرف علی تھانوی' مولانا حسین احمد مدنی' علامہ شبیر احمد عثمانی' مفتی محمد شفیع......رحمہم اللہ اجمعین علماء کرام کی صفوں میں روشن چراغ کی مانند تھے تو ماضی قریب میں مفتی محمود' مولانا یوسف بنوری اور مولانا یوسف لدھیانوی رحمہم اللہ جیسے علماء کرام اپنے اکابر کے نقش پا پر چلنے والی بہترین مثال تھے۔ آج بھی پاکستان کے ہر حصہ میں ایسے بے لوث' مخلص اور امت کا درد رکھنے والے بہت سے علماء ہیں جن کے دم سے مسجدوں سے رواداری' تحمل' برداشت اور انصاف پسندی کا درس دیا جا رہا ہے' تحریک پاکستان میں نمایاں کردار ادا کرنے والے مولانا ظفر علی خان' مولانا محمد علی جوہر' اور علامہ اقبال نے بھی علماء سے فیض حاصل کیا تھا۔

علامہ شبیر احمد عثمانی قائداعظم کے معتمد خاص تھے اور محمد علی جناح دینی مسائل کے سلسلے میں حضرت علامہ سے رجوع کرتے تھے، علامہ شبیر احمد عثمانی ہی نے سب سے پہلے پاکستان کا پرچم لہرایا تھا اور قائداعظم کی وصیت کے مطابق ان کی نماز جنازہ بھی انہوں نے ہی پڑھائی تھی۔

پاکستان میں تعلیم و تعلّم کے حوالے سے سب سے نمایاں اور معتبر نام حکیم محمد سعید شہید کا ہے جو خود حافظ قرآن تھے اور ان کا نام مولانا سعید احمد دہلویؒ کے نام پر رکھا گیا تھا۔ حکیم محمد سعید نے عربی اور فارسی قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی سے پڑھی، انہوں نے اپنی کتابوں میں ان علمائے کرام کا ذکر کیا ہے جن سے انہوں نے استفادہ کیا ہے۔ علامہ اقبال دینی مسائل میں علامہ سید سلیمان ندوی کو سند مانتے تھے اور ان سے رجوع کرتے تھے۔ ان کے مکتوبات میں متعدد خطوط علامہ سید سلیمان ندوی کے نام ہیں۔

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ دینی مدارس کو پاکستان میں ضیاء الحق کے دور میں فروغ ہوا جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ جنرل پرویز کے سات سالہ دور میں دینی مدارس کو ماضی کی نسبت دگنی ترقی اور فروغ حاصل ہوا ہے اور تمام تر مخالفت کے باوجود دینی مدارس میں طلباء و طالبات کے داخلوں کی تعداد میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔

آئندہ 25 سے 50 سالوں میں کئی ایسے میڈیکل کالج اور یونی ورسٹیاں وجود میں آئیں گی اور کئی ایسے سائنسی ادارے وجود میں آئیں گے جن کا الحاق دینی مدارس سے ہوگا اور جن کے اساتذہ دین کا بنیادی علم اور فہم رکھتے ہوں گے اور ان اداروں کے دروازے امیر اور غریب سب کے لیے یکساں کھلے ہوں گے، اس لیے یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ شاندار ماضی کے حامل دینی مدارس کا مستقبل انتہائی تابناک ہے۔

❁ ..... ❁ ..... ❁

درجہ اولیٰ، میٹرک، اعدادیہ اول، دوم اور سوم کے طلبہ و طالبات کے لیے

درسی بہشتی زیور
حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ
تسہیل و ترتیب | حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب مدظلہ

اب نئے انداز میں مردوں اور طلبہ کے لیے تیار کی گئی جس میں..... مؤنث کے صیغوں کو مذکر کے صیغوں میں تبدیل کرنے کے ساتھ ساتھ فقہی ابواب اور ہر مضمون کے بعد مفید اور آسان مشقوں کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ اس طرح درجہ اولیٰ اور میٹرک کے طلبہ کے نصاب میں شامل کرنے کے لیے یہ ایک ضروری و مفید کتاب ہے۔

درسی سیرت (تین حصے)

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ و پاکیزہ اخلاق، مبارک عادات اور ۲۴ گھنٹے کی زندگی کے متعلق پیاری پیاری سنتوں پر مشتمل مشہور و معروف کتاب **اصح السیر** جواب تین حصوں پر ترتیب دی گئی ہے۔

مکتبہ بیت العلم | اردو بازار، کراچی یا ملک کے کسی بھی معیاری کتب خانے سے طلب کریں۔
PH: +92-21-4976073, 4916690, Cell. 0300-2687120 | www.mbi.com.pk